

رونقِ عزا کے لیے تارِ بخوار مقبول
نوحوں کا مجموعہ

مہرِ فغان

مصنفہ

سید دراشت علی صاحب
فسکرِ کھنوی

تعارف

”مہرِ فغاں“ سرِ یزید سیدِ دراشت علی کے مصنفہ نوجوان کا مجموعہ ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ نوحوں میں جو خوبیاں ہونا چاہیے یہاں موجود ہیں۔ زبان کے سادگی و صفائی و سلاست کے ساتھ ساتھ اظہارِ جذبات میں حسن ہے، خلوص ہے، صداقت ہے اور اسی میں نوحوں کے پُر تاثیر و مبکی ہونے کا راز ہے۔

اس مجموعے کے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ہر تاریخِ غم کے واسطے الگ الگ نوحے ہیں اور ہر موصوم کے وفاتے یا شہادت کے تاریخیں بھی درج ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ نوحے مقبول ہوں اور ایصالِ ثواب کا وسیلہ بنیں۔

اثرِ لکھنوی

۱۳ جولائی ۱۹۵۵ء

عرض فکر

میری زندگی کچھ اس قدر آلام و افکار میں گزری کہ برادرِ مولوی سید ظفر حسین صاحب ظفر نے فکرِ تخلص ہی رکھ دیا۔ شاعری کے لیے دماغی سکونِ اطمینان چاہیے جو بد قسمتی سے میرے واسطے اب تک مفقود ہے۔ تخلص محض چند نوجوں کی بیاض (مہرِ فغاں) تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ اگر برادرِ محترم عالیجناب نواب جعفر علی خاں صاحب اثر لکھنوی اصلاحی نظر سے ملاحظہ فرمانے کے بعد ہمت افزائی نہ فرماتے تو مجھے اس بیاض کو چھپوانے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔ میں موصوف کا صدقِ دل سے نہایت شکر گزار ہوں۔

سید وراثت علی
فکما لکھنوی

مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۵۵ء

تاریخ انتقال ۱۰ ستمبر ۱۹۶۰ء

فہرست نوحہ جات

برائے سوم نوحہ	۲۰	برائے ۲۹ ذی الحجہ چاند رات	۱
۲۰ محرم دسواں	۲۱	برائے یکم محرم	۲
۲۵ محرم امام زین العابدین	۲۲	۲ محرم د ۲۸ رجب	۳
۳۰ محرم (بیسواں)	۲۳	۳ محرم	۴
حضرت سکینہ ۱۰ صفر	۲۴	۴ محرم	۵
۱۰ صفر (مہینہ)	۲۵	۵ محرم	۶
۲۰ صفر (برائے چہلم)	۲۶	۶ محرم	۷
۲۸ صفر امام حسن و محمد مصطفیٰ	۲۷	۷ محرم (جناب قاسم)	۸
۳۰ جمادی الثانی جناب سیدہ	۲۸	۸ محرم (جناب عباس)	۹
۳ رجب (امام علی نقی)	۲۹	در حال شہادت حضرت عباس	۱۰
۱۵ رجب (امام جعفر صادق)	۳۰	روایت " " "	۱۱
۲۵ رجب (امام موسیٰ کاظم)	۳۱	برائے ۹ محرم شب عاشور	۱۲
۱۹ رمضان	۳۲	۹ محرم	۱۳
۲۰	۳۳	۹ محرم نوحہ	۱۴
۲۱	۳۴	۱۰ محرم الوداع	۱۵
۲۳ ذیقعدہ (امام علی رضا)	۳۵	۱۰ محرم سواری رخصت	۱۶
۲۹ ذیقعدہ (امام محمد تقی)	۳۶	برائے وقت رخصت امام حسن	۱۷
۷ ذی الحجہ	۳۷	برائے روز عاشورہ نوحہ	۱۸
(امام محمد باقر)		۱۱ گیارہ محرم نوحہ	۱۹

مندرجہ ذیل قصائد مرحوم نے اپنی علالت کے آخری زمانے میں ارشاد فرمائے ہیں جو نذر ہیں۔
 مومنین ایک سورہ فاتحہ سے مرحوم کی رُوح کو شاد فرمائیں

قصیدہ در مدح امام محمد باقر علیہ السلام

کروں میں اس امام پاک کی حمد و ثنا کیونکر
 لقب پایا تھا زین العابدین کا باپ نے جس کے
 اگر نانا کو بٹلاتے تھے کا ندھے پر رسول اللہ
 علی کے بعد پھر نانا امامت پر ہوئے فائز
 امام ابن امام ابن امام ابن امام اس کی
 علی مرتضیٰ شیر خدا پر دادا پر نانا
 ہیں دادی بنت کسریٰ شہزادی ملک فارس کی
 رسول اللہ جن کے واسطے اٹھتے تھے تعظیماً
 فضائل شہزادی کے یاں کیونکر کرے کوئی
 وہ خاتون معظم ناز تھا جس پر طہارت کو
 یہی وہ ذات ہے جس پر بزرگی ناز کرتی ہے
 نبیؐ سب کے لیے تھے ہادی برحق زمانے میں
 زمانہ دہر میں تبلیغ کیونکر سے انبیؐ کرتے
 کوئی عورت نبوت پر نہیں فائز ہوئی در نہ

شرف ہے خاندانی جس کا ہر معصوم سے بہتر
 تھی جس کی ماں بھی بنت مرتضیٰ فرزند پیغمبر
 تو دادا کے لیے ناقابے مسجد میں پیغمبر
 توجہ کی نسل میں ہیں تو امام طاہر و اطہر
 کرے کیونکر یہاں توصیف مجھ سا خاکی و احقر
 امام اولیں زوج بٹول و نفس پیغمبر
 تو پردادی جناب احمد مرسل کی ہیں دختر
 رہے گا گیارہ صواں فرزند قائم جن کا تا محشر
 خدیجہ حسن دین سابق الاسلام کی دختر
 گواہی آیہ تطہیر نے دی عرش سے آ کر
 ناز العالمیں کی سیدہ اور شافع محشر
 ناز العالمیں کے واسطے تھیں فاطمہ رہبر
 رہی مصروف درس اپنے عمل سے فاطمہ اکثر
 میں کہہ دیتا ہیں زہرا آیہ تطہیر پڑھ پڑھ کر

شبِ آغازِ ماہِ محرم
۲۹ رزی الحجہ

نوحہ

کھینچی ہے تیغ کہ ہے چرخِ پُر ہلالِ عسرا
نہ چاند دیکھتے ہی کس طرح بہیں آنسو
یہ چاند وہ ہے کہ دسویں کو جس کی ہلے غضب
یہی وہ چاند ہے جس میں کہ اہلِ کوفہ نے
امامِ وقت جو تھے بعدِ سرورِ ذی شاں
ہو اتفاقِ جن کے مکاں سے روانہ ہوئے کا
تھے جمع کو چہ و بازار میں تماشا ئی
خدا کے واسطے کچھ ظالموں ترس کھاؤ
یزید تخت پہ ہے زیرِ تختِ فرقِ امام

سوادِ شب ہے کہ خمیوں سے ہے دھواں اٹھا
اسی مہینہ میں احمد کا گھر تباہ ہوا
سہرِ حسینؑ ہوا دقتِ عصر تن سے جڑا
جلائے خمیے اور اہلِ حرم کو لوٹ لیا
اسی مہینہ میں اعدائے ان کو لوٹ لیا
اسی مہینہ میں چھینی سڑوں سے اُن کے رُدا
ہجومِ عام میں اہلِ حرم کا سر تھا کھلا
ہجومِ عام کجا آلِ بو تراب کجا
سہرِ حسینؑ کجا مجلسِ شراب کجا

ہے اشتیاقِ زیارت سے ہند میں میتاب
بلا لوفکر کو ردضہ پہ اپنے اے مولا

نوحہ

اے مومنو جس ماہ میں مارے گئے سرورؑ اس کی ہے یکم آج
جس ماہ میں ننگے پھرے زینبؑ مضطرؑ اس کی ہے یکم آج

شکیزہ سکینہؑ کا لئے نہر پہ آگے، شانوں کو کٹا کے

جس ماہ میں مارے گئے عباسؑ دلاورؑ اس کی ہے یکم آج

بعدِ رفاقتل کے میدان میں آئے، برقعہ کی آنی سے

جس ماہ میں مارے گئے ہمشکلؑ پیمبرؑ اس کی ہے یکم آج

جنگاہ میں ہاتھوں پہ شہ ہر دوسرا کے، لب خشک دکھا کے

جس ماہ میں بے شیر سردھار اسوئے کوثرؑ اس کی ہے یکم آج

جس ماہ میں سرتن سے جدا ہو گیا شہ کا، افسوس کی ہے جا

جس ماہ میں ترخوں سے ہوا شمر کا خیرؑ اس کی ہے یکم آج

سرپیٹو مجھ کو کہ شہ کون و مکاں کی، سلطانِ زماں کی

جس ماہ میں پامال ہوئی لاش مہرؑ اس کی ہے یکم آج

زہراؑ اور رسولِ مدنیؑ حمیدِ صفدرؑ اور حضرت شہپرؑ

جس ماہ میں بے چین رہے قبر کے اندرؑ اس کی ہے یکم آج

کیوں فکرِ محرم میں بھی کیا دل کو ہو فرحتؑ اک گو نہ مسرت

جس ماہ میں جاؤ گلا قبر شہ دیں پرؑ اس کی ہے یکم آج

تیسری محرم

نوحہ

تیسری ماہِ عزاکِ آئی جب اے مومنین
چھوڑ کر شہرِ مدینہ آئے ہیں کرب و بلا
اس طرف تو خیمہ اہلِ حرم ہوتے ہیں نصب
کس لیے یہ ہو رہا ہے کربلا میں اثرِ دہام
اس سے لڑنے کے لیے اعدائے دین تیار ہیں
ہلّاتی موجود ہے قرآن میں جس کے لیے
سینکڑوں خطِ بیع کر پہلے طلب اس کو کیا
منہ سارا زمانہ ہو گیا مظلوم سے
غیر کی بیعت کرے کس طرح فرزندِ رسول
عرش کو جنبش ہوئی پہلے لگا چرخ بریں
راکبِ دوشِ پیمبرِ رحمۃ اللعالمین
چار سو سے اس طرف آ رہے ہیں اعدائے دین
جنگ پر آمادہ ہیں کس سے یہ افواجِ لعین
خود سمجھتے ہیں جسے دہشتِ فتنہ المرسلین
زینتِ عرشِ خدا ہے اور امامِ المتقین
اور آمادہ ہیں بہرِ قتل اب اعدائے دین
طالبِ بیعتِ امامِ وقت سے ہیں مشرکین
یہ ستم کیسا ہے بولو تو سہی اے اہلِ کین

کر دعا اے فخرِ حق سے پھر زیارت ہو نصیب

دم اگر نکلے تو نذرِ روضہ سلطانِ دین

چوتھی محرم

نوح

محرم کی ہے چوتھی دل پر طاری اک نیا غم ہے
چلی آتی ہیں فوجیں قتل کرنے شاہِ دالاکو
ادھر بیتابیاں اہلِ حرم کی بڑھتی جاتی ہیں
لین شاداں ہیں داں فوجوں کی کثر بڑھتی جاتی ہیں
شفیٰ خیموں کے پاس آتے ہیں ڈراتے ہوئے گھوٹے
ہوا ہے کر بلا میں آپ کا جس روز سے آنا
طلب فرمائیے اب کر بلا میں فسکر کو آنا

زمین کر بلا پر خیمہ شاہِ دوعالم ہے
تلاطم ہے زمین کر بلا جنبش میں پیہم ہے
ادھر پیاسا لہو کا شاہ کے ہراک اظلم ہے
یہاں تنہا امام دیں ہیں اور سکتہ کا عالم ہے
ڈرے جلتے ہیں بچے بی بیوں میں شورِ ماتم ہے
اُسی تاریخ سے فوجوں کا زعفرانہ پہ پیہم ہے
کہ اسکے دل کا رنج و غم سے اب کچھ اور عالم ہے

پانچویں محرم

نوحہ

پانچویں ماہ محرم کی ہوئی جب مومنین
 کیا تمگر تھے کہ نزدِ خیمہ اہلِ حرم
 وہ چمک نیردوں کی اور جھنکار تلواروں کی آہ
 شہ سے جب زینبؓ نے پوچھا یہ کہ اب آیا ہے کون
 جیسے ہی نام لیں شہ کی زباں پر آگیتا
 شہ نے فرمایا بہن کیوں اس قدر ہے اضطراب
 خود سنا ہے میں نے نانا کو یہ فرماتے ہوئے
 آپ ہی فرمائیے پھر کیوں نہ ہوں میں بے حواس
 سن کے یہ شہ نے کہا صبر و رضا سے کام لو
 مصلحت ہے حق کی کیوں ہو اس قدر اندوہ گز

یاسینؑ ابنِ علیؑ صدقہ رسول اللہ کا
 کر بلا میں فسر کی ہو قبرِ روضہ کے قرین

چھٹی محرم

نوح

ششم ماہِ عزاکو کر بلا میں حشر برپا تھا
 خیام شاہ دیں انھو ارہے تھے نہر سے اعدا
 یہاں تو روکتے تھے جنگ سے عباس کو سرور
 چڑھا کر جس کو کا ندھے پر پمیر فخر کرتے تھے
 بے عبوری ہٹا اس نے اپنے خیمے دریا سے
 ادھر تو نہر سے خیمے حرم کے اٹھتے جاتے تھے
 یہ کیسا انقلاب آیا زمانے میں کہ دریا پر
 حباب اس غم سے اب تک سڑکتے ہیں لبِ ساحل
 حسین ابن علی سے منحرف سارا زمانہ تھا
 علمدار حسین ابن علی کو غیظ آتا تھا
 لڑائی آج ہی ہو ہر شقی کا داں ارادہ تھا
 اسی ابن رسول اللہ پر فوجوں کا زرعہ تھا
 کہ جس کی ملک میں لے مومنو ہر ایک دریا تھا
 ادھر شبیر کی آنکھوں سے جاری خون کا دریا تھا
 خیام اعدا کے اُس جا میں جہاں پرشہ کا خیمہ تھا
 کہ شاہ بحر و بر کے واسطے دریا پر پہرا تھا
 قسمت تھی جو اک شب بھی رہے اسے فکڑ نہر پر
 ہم ایسے عاصیوں کا کر بلا میں کب بٹکانہ تھا

نوح

ساتویں ماہِ عزاء کی آج ہے اے مومنین
 پہرے بھٹلائے گئے ہیں نہر پر اس واسطے
 جانور تک نہر سے سیراب ہوں افسوس ہے
 ہے یہ دن مخصوص بہرِ قاسمِ گلگوں قبا
 اس قدر کس تھا فرزندِ حسن اے مومنین
 ناصروں کو جمع کر کے جب شبِ عاشور آہ
 جوڑ کر ہاتھوں کو قائم نہ کیا یہ عرض تب
 شرنے پوچھا موت کیسی ہے بتائے نونہال
 سن کے ریشہ نے کہا ہاں تم بھی گل ہو گے شہید
 نامِ صغیر سنتے ہی قاسم نے گھبرا کر کہا
 وہ تو جاسکتا نہیں میدان میں بہرِ جہاد
 ہوں فوجا میں ہماری کس قدر غیرت تھی آہ
 اب میں کہتا ہوں کہ آؤ شام کے بازار میں
 جن کے پردے کا تھیں اتنا تھا اے مولا خیال

بند پانی کر چکے ہیں شاہ پر اعدائے دیں
 تازہ پائیں اک قطر بھی امامِ امتقیں
 اور ترسیں ایک قطرہ کو شہِ دنیا و دیں
 حالتِ ابنِ حسن بھی کچھ نہیں اب حاضرین
 پشتِ مرکب پر بٹھائے آئے تھے خود شاہ دیں
 دے چکے سب کو شہادت کی خبر سلطانِ دیں
 نامِ میرا بھی شہید میں لکھا ہے یا نہیں
 شہد ہے زُند ہے شیریں تب یہ بولا وہ حسین
 اور علی اصغر کو بھی ماریں گے یہ اعدائے دیں
 میرا چھوٹا بھائی تو خیمہ میں ہے یا شاہِ دیں
 اے چچا خیموں میں بھی درائیں گے کیا یہ لعین
 دھیان سے بے پردگی کے ہو گئے قاسمِ حزیں
 اور ذرا دیکھو تو حالِ عسرتِ سلطانِ دیں
 عامِ مجمع میں کھلے سر ہیں وہ با حالِ حزیں

اب جگر پھٹتا ہے نوح ختم کرائے نگر جلد
 اور دعا کریں کہ دم نکلے تو روغنہ کے قرین

آٹھویں محرم

نوح

بڑی الفت تھی اس جہار کو سبط پیمبر سے
 تو کلثوم اس گھڑی یکہرہ ہی تھیں اس دلاور سے
 نثار اولادیں اپنی سب کریں گے شاہیں پر سے
 حجاب کا کھانکھان کے دن مجھے سبط پیمبر سے
 تو رکھ کر سر کو قدموں پر کہا کلثوم مضطر سے
 مجھے کل آپ صدقہ کیجئے گا شہدیں پر سے
 خطاب اب میں یہ کرتا ہوں عہدار دلاور سے
 مستمگر لے گئے چادر اسی کلثوم کے سر سے
 کہ جاری رسم پردہ کی ہوئی تھی آہ جس گھر سے
 اٹھے گا بار کیوں کر طوق کا بیمار دلاور سے
 کہ اے آقا خبر لے لیجئے روز عاشورہ
 اُسی گھر میں چلے آئے عین لیجئے خبر مولا
 شقی عابد کو لے کر اب چلے میں جانب کوفہ
 بولا لیجئے سوئے کرب و بلا اب فکر کو مولا !
 کہ صدے اٹھ نہیں سکتے ہیں سکے تلب مضطر سے

آٹھویں محرم

نوح

بڑی الفت تھی اس جہار کو سبط یمبر سے
تو کلثوم اس گھڑی یہ کہہ رہی تھیں اس دلاور سے
نثار دلاویں اپنی سب کریں گے شاہیں پر سے
جبابیگا ملک کے دن مجھے سبط یمبر سے
تو رکھ کر کہہ دو قدموں پر کہا کلثوم مضطر سے
مجھے کل آپ صدقہ کیجئے گا تھو دیں پر سے
خطاب اب میں یہ کرتا ہوں عہدار دلاور سے
ستمگر لے گئے چادر اسی کلثوم کے سر سے
کہ جاری رسم پردہ کی ہوئی تھی آہ جس گھر سے
اٹھے گا بار کیوں کر طوق کا بیمار دلاور سے

ہے مخصوص آٹھویں ماہ عزہ کی جس دلاور سے
طلایہ پھر ہے تھو شہب عاشور جب ہر سو
کہ بھیا صبح کو قربانی آل محمد ہے
نہیں ہے کوئی بھی اولاد مجھ دکھیا کی دنیا میں
سنی جب یاس کی تقریر یہ عباس غازی نے
ہوں میں بھی تو غلام ایک آپکا کیوں آپ کو غم ہے
غرض ہمیشہ کر سکین دے کر حیب ہوئے مولا
کہ اے آقا خبر لے لیجئے روز عاشورہ
اسی گھر میں چلے آئے لیں لیجئے خبر مولا
شقی عابد کو لے کر اب چلے ہی جانب کوفہ

بلا لیجئے سوئے کرب و بلا اب فکر کو مولا !
کہ مدے اٹھ نہیں سکتے ہیں سکے تلب مضطر سے

نوح

شہادتِ حضرت عباس علیہ السلام

کہ صبر تو نہیں سکتا ہے اب اس احقر سے
 صدائے اعطش آتی ہے خمیوں کے در سے
 کہ میری پیاری سکینہ نہ آب کو تر سے
 سمجھ لی بھائی کی مرضی سکوتِ سرور سے
 چلا دلیر رضا پاتے ہی دلاور سے
 سوئے خیام پھرے لڑتے فوجِ اکفر سے
 جو ایک لعین نے کیا اس پر دارِ خنجر سے
 تمام فوج کی تھی جنگِ اک دلاور سے
 لہو کا بہہ گیا دریا تنِ مطہر سے
 کہ سرخرو ہوں پلا کر میں بنتِ سرور سے
 کہ آگے تیر پڑا لشکرِ ستمگر سے
 اک آہ سرد اُدھر نکلی قلبِ مضطر سے
 خطاب کر کے کہا تب جبری نے سرور سے

یہ بولے حضرت عباس آگے سرور سے
 ہیں بچے تشنہ دہانی سے جالِ بلب مولا
 جو اُڑنِ جنگ نہیں، لانے دیجئے پانی
 یہ سن کے حضرت شبیر نے جھکایا سر
 اٹھا کے مشکِ دِلم اورے کے ایک نیزہ
 بھگا کے فوجِ ستم اور بھر کے نہر سے مشک
 تھی مشکِ دوش پر اور دستِ راست میں نیزہ
 سنبھالا مشکِ دِلم بائیں ہاتھ سے لیکن
 بالآخر اس پر بھی تلوار اک شقی کی پٹری
 مگر تھی کوششِ عباس پانی پہنچ جائے
 دبا کے دانتوں میں تسمہ بڑھے تھے آپ ابھی
 دھرتو مشکِ چھدی دھار نکلی پانی کی
 کچھ اور آگے بڑھے تھے کہ سر پہ گرنے پڑا

دعا ہے سیر ہوں اب دید روئے انور سے
 یہ کہتے جاتے تھے رورو کے شاہ اکبر سے
 کہ مرتے وقت گھلے ل یوں میں برادر سے
 نہ دیکھی جاتی تھی حالت جبری کی سرور سے
 اگر ہو کوئی تمّت کہو برادر سے
 تھا دل میں شوق زیارت مگر مفار سے
 جماعہ خون نکل کر شگافۂ سر سے
 چھڑا دشت میں رورو کے دستِ اظہر سے
 قریب اپنے بلا کر کہا یہ اکبر سے
 کریں گی بے ادبی جسم شادِ صفر سے
 میری طرف سے یہ کہہ دینا بانی شہر سے
 کہ روزِ حشر خجالت نہ ہو پیمبر سے
 حضور اٹھائیں نہ لیں اس جگہ پر سے
 ہوں شرمسار میں آقا پیاری دختر سے
 حسین روئے لپٹ کر تن برادر سے

دعا کرو بس اب اے شکر تم کہ یا عباس
 قریب قبر طے روضہ منور سے

کہ جان اپنی فدا کی عیلام نے مولا
 ہدایہ سن کے مگر تھام کے چلے حضرت
 کہ صر سے آئی نذا جلد لے چلو بیٹا
 غرض کہ پہنچے تو غلطاں تھے خون میں عباس
 اٹھا کے سر رکھا زانو پر اور رو کے کہا
 کہا یہ حضرت عباس نے کہ اے آقا
 ایک آنکھ تیرے زخمی ہے اور دوسری پر
 عبا کا دامن اٹھا کر وہ خون شہدیں نے
 رخِ حسین کو حسرت سے دیکھ کر ایک بار
 مجھے یقین ہے پس قتلِ فوج کو فہ دشنام
 سپرد کر کے میری لاش ابنِ سعد کو تم
 عیوضِ حسین کے پامال کر دے لاشِ میری
 خطابِ شہ سے کیا پھر کے میرے لاشے کو
 کیا تھا وعدہ سکینہ سے پانی لانے کا
 یہ کہتے کہتے سدھارے سوئے جہاں عباس

نوح

تربت بے شیر پر کہتی تھی ماں اصغر اٹھو
کب تک اس تنہائی میں سوئے لے دلبر اٹھو

بے اندھیرا گھر ہیں نظروں میں جہاں تار یک ہے
کب تک تنہا رہو گے اے مادر اٹھو

ہم سبھوں کو قید کر کے اشتیاق لے جائینگے
کس طرح تنہا تمہیں چھوڑے گی یہ مادر اٹھو

گود خالی دیکھ کر پوچھے اگر صغیر تمہیں
کہا کہ اس ناتواں سے مادر مضطر اٹھو

گود سے میری جدا ہوتے نہ تھے تم تو کبھی
نہیں اس سنسان بن میں آگئی کیونکر اٹھو

کس لیے ناراض ہوؤ منانوں میں تمہیں
کچھ زباں سے کہو صدقہ گئی مادر اٹھو

دودھ دودن سے نہ پایا اس لئے روٹھے ہو کیا
بیکس و مجبور ہے ماں اے میرے دلبر اٹھو

کس طرح تنہا اندھیری رات میں نیند آئیگی
آؤ سینے سے لگا لے ماں علی اصغر اٹھو

ہو گئی ہے زندگی دشوار اب افکار سے
فکرِ روضہ پر چلو بس یا علی کہہ کر اٹھو

نوح

شب عاشور

نہم محرم

عدو کی فوج میں قتل شدہ بکیں کا سامان ہے
 ہمارا سید و آقا نقطہ ایک شب کا مہماں ہے
 ملی ہے مہلت ایک شب کی جو اعلا سے عبادت کی
 تو صرف طاعت معبود ہر ایک بادل و جاں ہے
 اسی شب ناصروں کو جمع کر کے شاہ والا نے
 کہا سب سے سحر کو قتل کا میرے تو ساماں ہے
 تمھاری گردنوں سے اپنی بیعت میں اٹھاتا ہوں
 جدھر چاہو چلے جاؤ تمھارا حق نگہبان ہے
 کہا تیر جرنی نے گر کے قدموں پر شہ دیں سے
 نہیں چھوٹے گا دامن ہم سے جب تک جسم مٹ جائے
 خدا را ہم غلاموں کو نہ قدموں سے جدا کیجئے
 خدا پر جو جائیں ہم سب آپ پر نیل میں اراں ہے
 سنہ اکٹھ جمعہ کی رات اور سنائے کا وہ عالم
 ہے تاریکی زمانے بھر میں زلف شب پریشاں ہے
 بلا کو کہ بلا میں فکر کو اسے سید والا
 وہیں کی سرزمین پر قبر ہو یہ دل میں اراں ہے

نوح

بولی ماں دیکئے تم داغ جدائی بیٹا
 تم کو دودھ لہا بھی نہ اے لال بنانے پائی
 دل میں حسرت تھی کہ پروان چڑھائی تم کو
 شہ اکیلے ہیں بس اب سوچکے اے لال اٹھو
 کس لئے روٹھے ہو آؤ میں منالوں تم کو
 میت آئی علی صغریٰ تو بولیں یہ رباب
 دل میں ارماں تھا کہ میں دودھ بڑھائی لیکن
 رات اندھیری ہے بیابان میں ڈرجاؤ گے
 داری اس دشت میں مجھ کو کھجلی سے چھٹ کر
 ہائے اس سن میں تمہیں بھی اجل آئی بیٹا
 کہ سناں سینے پہ ظالم نے لگائی بیٹا
 پر یہاں آکے لٹی میری کماٹی بیٹا
 نیند کیسی علی اکبر تمہیں آئی بیٹا
 کچھ زباں سے تو کہو صرتے یہ دائی بیٹا
 نیند اس پیاس میں کیونکر تمہیں آئی بیٹا
 ہوئی پیکال سے تیری دودھ بڑھائی بیٹا
 گود میں آؤ یہ کیا دل میں سمائی بیٹا
 ہائے آغوشِ لحد تم نے بسائی بیٹا

چھوٹی سی لاش پہ اے منکر یہ ماں کہتی تھی
 گھٹنیوں چلنے نہ پائے اجل آئی بیٹا

الوداع

برائے دہم محرم

آکے خیمہ میں کہا شہ نے کہ خواہر الوداع
میں بھی مرنے جاتا ہوں اے بنت حیدر الوداع
بعد میرے صبر کرنا جو مصیبت بھی پڑے
الوداع اے زینب و کلثوم مضطر الوداع
جا کے عابد کے سر ہانے پھر یہ بولے شاہ دیں
اے میرے بیکس پسر بیمار دلا غر الوداع
تم امام وقت ہو گے میرے مرجانے کے بعد
صبر ہر حالت میں کرنا بہر داور الوداع
بیڑیاں اور طوق پہنائیں تمہیں گراشتقیا
بد دعا کرنا نہ اے دلہند حیدر الوداع
پھر گئے پٹا کے یوں بالی سکینہ سے کہا
اے میرے سینہ پہ سونے والی دختر الوداع

ضد نہ کرنا بعد میرے اے میری نورِ نظر
 اب محافظ ہے تیرا خلاق اکبر الوداع
 آنسوؤں کے تار نے دل کی رگیں سب توڑ دیں
 چپ رہو رو لینا بیٹی مجھ سے چھٹ کر الوداع
 پیار کر کے پھر سکینہ کو اتارا گود سے
 اور کہا اہل حرم سے شہ نے رو کر الوداع
 آخری صحبت ہے یہ اور آخری یہ گفتگو
 اب نہ کچھ تم سے کہوں گا تا بہ محشر الوداع
 تم کو بھی پہونچے میری جانب سے اے فضلہ سلام
 اے کنیز مادرِ شپیر و شپیر الوداع

ہند سے اب تک نہ نکلے تم تو اے فخرِ حزیں
 اور رخصت کر دیا سرور کو کہکرا الوداع

سواری

رخصت امام حسین علیہ السلام

یا حضرت شپیر خدا حافظ و ناصر
اے صاحبِ توقیر خدا حافظ و ناصر
فرزندِ رسول ابن علی شاہِ دو عالم
شاہِ نشہ دل گیر خدا حافظ و ناصر
معصومہ کونین کی آغوش کے پالے
اے صاحبِ تطہیر خدا حافظ و ناصر
سرِ درجوانانِ جنانِ زینتِ عالم
اے عرش کی تنویر خدا حافظ و ناصر
کس طرح غلامِ آپ کو رخصت کریں مولا
کیوں کر کہیں دلگیر خدا حافظ و ناصر
محتاجِ کفن بے وطنِ دصا بردشا کمر
اے صبر کی تصویر خدا حافظ و ناصر
بے یار و مددگارِ شہید رہ خالق
اے کشتہ شمشیر خدا حافظ و ناصر
تشنہ دہن آوارہ وطنِ شاہِ شہیداں
اے بے کس و دل گیر خدا حافظ و ناصر
اے شکرِ ہم اب بھی نہ گئے روضہ شہ پر
ادرجاتے ہیں شپیر خدا حافظ و ناصر

نوحہ (رخصت آخر امام حسینؑ)

جب ہوا خلق علی اصغر نشانہ تیر کا
 اور شدہ دیں دفن لاشہ کر چکے بے شبیر کا
 آ کے خیمہ میں کیا سب بیبیوں سے یہ خطاب
 اب جہاں میں کوئی بھی نموس نہیں شبیر کا
 تم سبھیوں کو حق تعالیٰ کی حفاظت میں دیا
 دھیان رکھنا بعد میرے عابد دل گیر کا
 قید اس بیمار کو ظالم کریں گے میرے بعد
 قہر ہوگا بار اٹھانا طوق اور زنجیر کا
 دوسکینہ کے اتاریں گے طمانچے مار کر
 اور کوئی نموس نہ ہوگا دختر شبیر کا

ہائے ننھا سا گلارسی سے باندھیں گے شریہ
 حال کیا اس وقت ہوگا بیکس و دلیگیر کا
 ننگے سر تم سب کو بھی لے جائیں گے بازار شام
 ہوگا ایک انوہ اس جا پر جوان دپیر کا
 گر کوئی پوچھے گا ان سے تم سبھوں کا حال زار
 تو کہیں گے ہے یہ کنبہ شاہ خیبر گیر کا
 صبر کرنا ہر مصیبت پہ تمہیں حق کی قسم
 مٹ نہیں سکتا مٹائے سے لکھا تقدیر کا
 دیر ہوتی ہے خدا حافظ سلام آخری
 اب بہت مشتاق ہوں میں شمر کی شمشیر کا

خوں کے آنسو اب تلم روتا ہے بس اے شکر بس
 پھر گیا آنکھوں میں نقشہ روضہ شپیر کا

نوح

برائے روز عاشورہ

روز عاشورہ پس قتل امام المتقین
ایک قنات سوختہ کی آڑ میں سب بیبیاں
ایک طرف بچے پڑے تھے غش میں بھوکا پیاسے
جانور تک فوج کے جب پا چلے آب و طعام
زودہر حر لیکے مشک آب اور کچھ روٹیاں
بیبیاں سمجھیں کہ آتے ہیں لعین پھر لوٹنے
رو کر دتے بھوکے پیاسے بچے سوئے ہیں ابھی
میں ہوں بی بی زودہر حر لائی ہوں آب و طعام
ہیں گرسنہ اور پیاسے تین دن سے نو نہال
رکھ دیا یہ کہہ کے فرش خاک پر آب و طعام

مال و زر لوٹا جلائے خیمہ ہائے شاہ دیں
خاک پر بیٹھی تھیں بچوں کو لیے بادل حبس
سیر اور سیراب اس طرف ہونے لگی فوج لعین
تب غذا بھیجی پئے اطفال شاہنشاہ دیں
فوج اعدائے کئی جسوقت بچوں کے قریں
حضرت زینب بصد اندوہ فرمانے لگیں
لوٹ لینا صبح آکر قید ہیں ہم سب یہیں
بادب اس نے کہا یوں آ کے زینب کے قریں
دیکھئے پانی انھیں یا خواہر سلطان دیں
اور خود بھی سر جھکا کے بیٹھی بالائے زمیں

دیکھتے ہی روٹیوں کے ٹکڑے اور پانی کی مشک
ہو گیا آہ و بکا کا شور اے فکرِ حزیں

گیارہویں ماہ عزرا کو حکم ابن سعد سے
اپنے مقتولوں کے لاشے فوج والوں نے چنے
اور اکٹھا کر کے دنیا یا انھیں پڑھ کر نماز
پر نبی زادوں کے لاشے دھوپ میں جلتے رہے
اپنے کشتوں کو شقی دفنا کے جب فارغ ہوئے
لائے بے محل شتر اہل حرم کے واسطے
اور بغیر منفع و چادر کیا سب کو سوار
طوق پہنایا گلے میں عابد دلگیر کے
سید سجاد کے چہرے کا رنگ اڑتا ہوا
دیکھ کر زینب یہ بولیں عابد دلگیر سے
ہے یہ کیا حالت تمھاری دل کو سمجھاؤ اور
وارثوں میں اب تمھیں باقی ہو ہم سب کیلئے
صبر میں کیوں کر کروں عابد نے زینب سے کہا
اپنے مقتولوں کی لاشے دفن انھوں نے کر دیئے
پر مرے بابا کی عریاں لاش ہے رن میں پڑی
دیکھوں کن آنکھوں سے جلتی دھوپ میں تبتے ہوئے
بیبیوں میں حشر تھا اے فتنہ لاشے دیکھ کر
پر شقی قیدی بنا کر سوئے کو فہ لے گئے

نوحہ

سزا محرم

برائے سوم امام

جہاں میں آج ابن ساقی کوثر کا سوم ہے
 قلیل راہِ حق سرورِ بحر و بر کا سوم ہے
 وہی جلتی زمیں پر لاشِ جسِ مظلوم کی عریاں
 اسی شاہِ دو عالم کشتہٴ خنجر کا سوم ہے
 جو سقائے سکینہ اور علمبردارِ لشکر تھا
 اسی دلہندِ حیدرِ غازیِ صفدر کا سوم ہے
 قلمِ شانے ہوئے دریا پر جس کے روزِ عاشور
 کرو تاں آج اس ثانیِ جعفر کا سوم ہے
 سنال سینہ پہ کھائے جس نے اپنی جان دی نہیں
 اسی نوزِ نگاہِ شاہِ دیں اکبر کا سوم ہے
 جوانی روئے گی جس پر قیامت تک زمانے میں
 اسی کڑیلِ جواں ہشکلِ پیغمبر کا سوم ہے
 زہِ پشتِ فرس پر کمسنی سے بیٹھ سکتا تھا
 زمانے میں اسی نختِ دل شپیر کا سوم ہے
 شجاعت اور غیرت جس کے سن پر فخر کرتی تھی
 اسی ناشادِ کمسن قاسمِ مضطر کا سوم ہے
 بڑھایا دودھ جس کا حرِ ملانے اپنے پیکاں سے
 عزیزوں آج اسی نادانِ علیِ اصغر کا سوم ہے
 ہوا تھا قتل جو جو نصرتِ شاہِ دو عالم میں
 اڑاؤ خاک آج ان غازیِ صفدر کا سوم ہے

تجھے اے قنبر جس کی قبر پر جانے کی حسرت ہے
 اسی مظلوم کشتہٴ لبِ شہِ بے سر کا سوم ہے

برائے دسواں ۲۰ محرم نوح

بین کرتی تھیں زینب یہ رو کر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 فاتحہ کس طرح دے یہ خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 اب نہ اکبر ہیں نہ عون و جعفر، لٹ گیا کر بلا میں بھرا گھر
 کون لے اب خبر ہائے آکر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیوں کر
 فاتحہ دوں میں کس کس کا بھائی، لٹ گئی ہائے میری کمائی
 سو پہے میں زمین پر بہشت، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ہے سکی نہ کی وہ غیر حالت، دکھی جاتی نہیں اس کی صورت
 روتی ہے رات دن وہ برابر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیوں کر
 اب نہ عباس ہیں اور نہ قاسم، ہے ملد میری اس وقت لازم
 تم کو روئے نہ پائی یہ خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ہائے اصغر کو بھی تیر مارا، اور اکبر بھی جنت سدھارا
 زخم دل پہ لگے ہیں بہتر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 ظالموں نے ستم کیسا ڈھایا، دشتِ غربت میں مجھ کو ستایا
 کوئی وارث رہا اب نہ سر پہ، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر
 دل لرزاتے تھے سینہ میں روشن، رنج سے کانپ جاتا تھا برتن
 جب یہ کہتی تھی سرور کی خواہر، میرے بھائی کا دسواں ہو کیونکر

نوح

۲۵ محرم حضرت امام زین العابدین

اٹھایا پچیسویں ماہ عزاکو آہ وہ آقا !
 کر زین العابدین جس نے تھا دنیا میں لقب پایا
 تھی وہ بچا نوے ہجری ہوا تھا حشر یہ برپا
 ہشام بن ملک کے زہر سے مارے گئے آقا
 چہا یا صورت اثر در انگوٹھا گو کہ شیطان نے
 مگر مصروف جب بھی طاعت حق میں رہے آقا
 کنویں میں گر پڑے باقرہ فرقی آیا عباد میں
 زباں سے اف نہ کی اعدا نے گو بجید تم ڈھایا
 بنیں جن سے کہ مس ہو کر جو ابرار کے قطرے
 ابھیں ہاتھوں میں تھکڑیاں پنہاں جینے اعدا
 کیا تھا سنگ اسود نصیب ہفت ہی نے کعبہ میں
 لعینوں نے مگر پھر بھی امام وقت کب مانا

تھا شنبہ کا دن اے فکراور پنجم تھی شعباں کی
 وہ سنہ تیس ہجری تھا ہوئے تھے آپ جب پیدا

برائے بیسواں ۳۰ محرم نوح

مہمان جسے مکہ سے اعلانے بلایا ہے بیسواں اس کا
 پیاسا جسے عاشق کے دل دشت میں مارا ہے بیسواں اس کا
 اور تین دن افسوس رہی دھوپ میں میت بے دفن زمیں پر
 سر جس کا تھانیزے پر عینوں نے چڑھایا ہے بیسواں اس کا
 تھانائی جعفر جو غلام حسین دریائے کنارے
 شانے کئے جسکے سوئے فردوس سدھارا ہے بیسواں اس کا
 جو مشک سیکڑے کی لئے نہر گیا تھا افسوس کی جا ہے
 اعلانے جسے گرز گراں بار لگایا ہے بیسواں اس کا
 تھاکشتم حسین ابن علی کی جو بصارت اور قلب کی قوت
 کھا کر جو سناں سینہ پہ فردوس سدھارا ہے بیسواں اس کا
 تھا صورت و سیرت میں جو ہمشکل پیہر لختِ دل سرور
 خود جس کو جوانی پہ صدانا نہ رہے گا ہے بیسواں اس کا
 کمسن بولڑا فوج سے ابن شہ خیر لختِ دل شیر
 پامال ہوا پھول سا تن دشت میں جس کا ہے بیسواں اس کا
 میدان میں شہ پانی پلانے جسے لائے دامن سے چھپائے
 عاشور کے دن تیر سے وہ نہر ہوا تھا ہے بیسواں اس کا
 رہ جائے گی اے فکرتیرے دل میں یہ حسرت ہوگی نہ زیارت
 تو ہند سے روضہ پر نہ جس شاہ کے پہونچا ہے بیسواں اس کا

نوح

بروفات حضرت سکینہؑ

ماں چھوٹی سی میت پہ یہ روزِ رو کے پکاری اے شہ کی یتیم
 پردیس میں کیا تم بھی خفا ہو گئیں واری اے شہ کی یتیم
 مہر آگیا لپٹا کے سر شاہِ زمین کو کیا اس لیے چپ ہو
 بقی باپ کی فرقت میں سدا گریہ و زاری اے شہ کی یتیم
 ہیں زخم جو کانوں میں دکھا دو وہ پدر کو رخسار دکھا دو !
 اور پیٹھ کے دروں کے نشاں ماں گئی واری اے شہ کی یتیم
 روتی تھیں شب و روز پدر کے لیے اے جاں مادر گئی قرباں
 کیا پاتے ہی سر خلد گئی تیری سواری اے شہ کی یتیم
 سینہ پہ سدا باپ کے تو سوئی تھی شب کو غم کیوں نہ ہو سب کو
 بے ہوش ہے اب خاک پہ مادر تیرے واری اے شہ کی یتیم
 کس بات پہ روٹھی ہو زرا آنکھ تو کھولو کچھ منہ سے تو بولو
 صدقہ گئی ماں چاند سی صورت پہ تمھاری اے شہ کی یتیم
 کھلا گیا کس واسطے یہ پھول سا چہرہ کیا حال ہے تیرا
 کیا تو بھی سوئے باغِ جن آج سدھاری اے شہ کی یتیم
 زندانِ بلا میں ہے قیامت کا اندھیرا ماں کیا کرے دکھیا
 غربت میں ہے بے گور و کفن لاش تمھاری اے شہ کی یتیم
 اے شکر تھا زنداں میں بسا شور قیامت تھمتی نہ تھی رقت
 سب اہل حرم کہتے تھے با گریہ و زاری اے شہ کی یتیم

برائے مہینہ (۱۰ صفر) نو

بولیں زنداں میں زینب یہ رد کر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 ہم سبھوں کی خبر لو برادر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 پاس اپنے بلا لیجئے بھائی اٹھ نہیں سکتی مجھ سے جدائی
 صبر کب تک کرے گی یہ خواہر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 اہل قریہ نے میت اٹھائی دشتِ غربت میں تربت بسائی
 ہم تو اب تک ہیں لاچار و مضطر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 دھوپ دن بھر کی اور اس شب کی غیر حالت، زنداں میں سبکی
 پہونچیں کیونکہ تمہاری تلخ پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 اب جفاؤں کی بھی حد ہوئی ہے ضبط کرنے کی قوت نہیں ہے
 رونے بھی پائی اب تک نہ تم پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 دیکھو سجاد کو آگے بھیا آہنی طوق کر دن میں ڈالا
 جاں بہ لب ہے وہ بیمار و لاغر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 بے سکینہ کی بھی غیر حالت، دیکھی جاتی نہیں اس کی صورت
 کر طعنتی ہے آپ کی پیاری دختر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 شمر نے بے خطا درے مارے اور کانوں سے گوبر اتارے
 بیچھی روتی ہے اب تک ہلک کر، قید میں ہو گیا اک مہینہ
 جن سے پھر جائے سارا زمانہ فکر ان کا کہاں پر ٹھکانا
 کیوں نہ ہوں ظلم ان سیکسوں پر، قید میں ہو گیا اک مہینہ

نوح

۲۰ صفر برائے چہلم

جہاں میں آج ابن ساقی کوثر کا چہلم ہے
 رہی جلتی زمیں پر لاش جس مظلوم کی عریاں
 جو سقائے سکینہ اور علمبردارِ لشکر تھا
 قلم شانے ہوئے دریاہ جس کے روز عاشور
 سناں سینہ پہ کھاکے جس اپنی جان دی نہیں
 جوانی روئے کی جس پر قیامت تک زمانے میں
 نہ جو پشتِ فرس پر کمسنی سے بٹھیر سکتا تھا
 شجاعت اور غیرت جس کے سن پر فخر کرتی تھی
 بڑھایا دودھ جس کا حرملانے اپنے پیکار سے
 ہوا تھا قتل جو جو نصرتِ شاہِ دو عالم میں

قتیلِ راہِ حق سرِ دارِ بحر و بر کا چہلم ہے
 اُسی شاہِ دو عالم کشتہ خنجر کا چہلم ہے
 اسی دلبندِ حیدرِ غازی و صفدر کا چہلم ہے
 کرو ماتم کہ آج اس ثانیِ جعفر کا چہلم ہے
 اسی نورِ نگاہِ شاہِ دین اکبر کا چہلم ہے
 اسی کڑیلِ جوانِ ہمشکل پیغمبر کا چہلم ہے
 زمانے میں اسی تختِ دل شہر کا چہلم ہے
 اسی ناشادِ کمسنِ قاسمِ مضطر کا چہلم ہے
 عزیزوں آج اس ناداںِ علیِ صفر کا چہلم ہے
 اڑاؤ خاک آج ان غازی و صفدر کا چہلم ہے

تجھے اے فکر جس کی قبر پر جانے کی حسرت ہے
 اسی مظلوم و کشتہ لب شہ بے سر کا چہلم ہے

حضرت امام حسنؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ صفحہ ۲۸

صفر کی بستی و ہشتم کو اٹھے دنیا سے پیغمبر
اسی تاریخ نانا کے قریں جنت گئے شبیر
ہوئی ہجرت زمانے سے نبی کی گیارہ ہجری میں
سنہ پنجاہ میں مار احسن کو ستم دے کر
نہ کیونکر دونوں آنکھوں سے بہیں نسو کہ وہ غم ہیں
جگر کا زخم ہے اک دوسرا داغ دل مضطر
جناب سیدہ رونا نے نہ پائیں باپ کے غم میں
ہوئے کیا کیا ستم بعد رسول اللہ عترت پر
جلانے آئے بابِ علم پیغمبر کا دروازہ
یہ کیسا ظلم تھا دنیا میں کیوں اے چرخ کینہ ور
رگرایا فاطمہ زہرا پہ دروازہ لعینوں نے
رسن میں حیف ہے باندھا گلوئے حیدر صفر
جنازہ جب حسن کا نزد قبر مصطفیٰ پہونچا
تو بارش چار جانب سے ہوئی تیر فکی لاشے پر
نہ پائی قبر اس بیس نے نانا کے قریں ہے
چڑھاتے تھے سدا کا ندھے چس کو اپنے پیغمبر
زیارت بھی نہیں ممکن ہے اسے گر اس زمانہ میں
مثایا نجد یوں نے یوں نشانِ روضہ اطہر

امام حسن عسکریؑ
۸ ربیع الاول

نوحہ

دیا زہر ابن علی النقی کو
جناب امام حسن عسکریؑ کو
رکھا قید میں معتمد نے ہمیشہ
نہ سید پہ آیا ترس اس شقی کو
دزدوں کو جس گھر میں پالا گیا تھا
بلا کر وہاں بھیجا ابن علی کو
نماز آپ نے اس جگہ جب ادا کی
کے سجدے ان موزیوں نے ولی کو
نکل آئے پڑھ کے نماز آپ لیکن
نہ مانا امام زمن متقی کو
روایت میں تحریر ہے معتمد نے
دیا شربت سم وصی نبی کو
جسے پیتے ہی زہر پھیلا جسد میں
رہا تین دن کرب ابن علی کو
تھی وہ ماہ سوم کی تاریخ ہشتم
پھپھیا یا تہ خاک حق کے ولی کو
تھا سنہ دوسو ادرساٹھ ہجری وہ نے فکر
دیا سب نے پر سا علی اور نبی کو

نوح

برائے سرجمادی الثانی

۱۱۵۷ھ

(جناب سیدہ فاطمہ زہرا ۷۱۷ھ)

اٹھی ہے آج وہ اے مومنو دنیا سے معصومہ
 پدر کے غم میں اعدا نے جسے رونے سے بھی روکا
 کیے ایسے جناب سیدہ پر ظلم دنیا میں
 رہیں بعد نبی پچانوے دن دہر میں زہرا
 سمجھ کر بے کس و بے بس نبی کے بعد اعدا نے
 کیا باغ فک بھی غضب توڑا گھر کا دروازہ
 نہ بے اذن آیا جس گھر میں ملک، درائے وال ناری
 کیے تھے یوں وصایا فاطمہ زہرا نے حیدر سے
 گلا باندھا علی کا منتیں کرتی رہیں زہرا
 تم اپنے ہاتھ سے غسل و کفن یا بواحسن دینا
 کہ ان لوگوں کو میری لاش پر ہرگز نہ بلوانا
 نہ پڑ جائے نظر نامحرموں کی میری میت پر
 پڑھانا خود نماز اور دفن کرنا خود میرا لاشا
 خطا خدمت گزاری میں ہوئی ہو کر کوئی مجھ سے
 شب تاریک میں تابوت سوئے قبر بے جانا
 سمجھ کر اپنی لونڈی بہر خالق عفو کر دینا
 بڑی محنت سے چلی پیس کر پالا ہے بچوں کو
 خیال اے بواحسن رکھنا میرے بعد ان یسیروں کا
 اگر کوئی خطا ہو یا امیر المؤمنین ان سے
 سزا دینے سے بے ماں کا سمجھ کر درگزر کرنا

دن اور تاریخ و سال انے فکر یوں حلت کا لکھا ہے

دو شنبہ تیسری ماہ ششم سنہ گیارہ ہجری تھا

نوحہ

(حضرت امام علی نقی)
۳ رجب

شہید زہر دل و جان فاطمہ زہرا
دہم امام علی النقی شہ والا
شہید امام محمد تقی ہوئے تھے جب
تو چھ برس کے مدینہ میں تھے امام ہوا
کیا طلب متوکل نے بھیج کر نائے
کئے عراق تو پھر شاہ دیں کو قید کیا
رہے حراست شاہی میں بارہ سال مگر
رہی اطاعت و تبلیغ حق کی فکر نہ
تھا بحر علم کا فیض از عراق تا بہ عجم
ہر ایک سمت سے آتے تھے علم کے جو یا
خلاف گزری جو حضرت کی شہرت علمی
تو شاہ وقت کو عباسیوں نے بھڑکایا
جب آگیا متوکل کو موت کا پیغام
تو سلطنت میں بہت سخت انقلاب ہوا
نہ آیا تخت خلافت پہ معتزل ملعون
تو زہر اس نے امام ز من کو دلوایا
تھا سال ہجری ۷۰ دو سو پچاس و چار لے فکر
دو شنبہ تیسری ماہ رجب کو حشر ہوا

۱۵ رجب

حضرت امام جعفر صادقؑ

نوح

کر داس امام ششم پر بکا جو پندرہویں ماہ رجب کو اٹھا
کر داس امام ششم پر بکا (ما) جو شوال کی پندرہ کو اٹھا
خلافت جوں ہی پائی منصور نے تو چن چن کے سادات کاخوں کیا
درختوں پہ لٹکائے سر سیکڑوں ہزاروں کو دیواروں میں چن دیا
بلایا کسی بار انھیں بھی مگر تھا اعجاز ظالم نہ کچھ کر سکا
ہوا قتل سادات سے جب فراغ تو آمادہ پھر قتل شہ پر ہوا
بن زید کو دے کے کچھ مال و زر مکاں پہلے ناری سے جلوا دیا
مدینہ کے حاکم کو پھر بھیجا حکم نہ زندہ رہیں صادق با صفا
محمد سلیمان کے فرزند نے انھیں زہر انگور میں دے دیا

لکھو فکر منقوط میں سال فوت

ہوئے جعفر ابن محمد جدا

امام موسیٰ کاظمؑ

نوح

وہی صادق آل نبی کو زہر سے مارا
مگر شکوہ بحرِ ذکرِ خدا البتہ نہیں آیا
فراغت پاتے ہی کرتا تھا پھر مجہود کا سجا
کہ خواہش تھی دیا تو نے مجھے طاعت کو گھر تنہا
طیب خاص کو ہار دن نشیدِ تحس نے بھیجا
دوا میں ابنِ فرزندِ نبی کو زہر دے دینا
دوا پیتے ہی حال ابتر ہوا مظلوم و بکیس کا
امام ہفتمی کو بے حیا نے زہر سے مارا
امام موسیٰ کاظم ہوئے تھے فکرِ جب پیدا

امام ہفتمی موسیٰ کاظمؑ دلبرِ زہرا
مقید سترہ سال آپ زنداں میں ہے پیہم
نمازیں پڑھتا تھا وقتِ فضیلت روزہ دارِ فکرم
سنا یوں شہ کو کہتے بارہا دربانِ زنداں نے
تھے اک دن بتلائے دردِ مولایہ خبر سن کر
یہ فہمائش حکیمِ روسیہ سے کی تھی تاکیدا
پلائی حسبِ فرمائش طبیب خاص نے شہ کو
رجب کی بسنت و پنجمِ جمادِ سنہ اک سو تراسی میں
صفر کی سترہ یکشنبہ تھا سنہ اک سو اٹھائیس

نوح

امیر المومنین برائے ۱۹ رمضان

چلے ہیں جانب مسجد علی سنسار روتا ہے
 گریبان سحر بھی مومنواب چاک ہوتا ہے
 ستارہ صبح کا ہے چھپر تادل کے پھپھو لوں کو
 ہراک جھونکا نسیم سرد کا نشتر چھبوتا ہے
 امام اولیں کی آخری شب ہے عبادت کی
 چراغ زندگی کچھ دیر میں خاموش ہوتا ہے
 پلٹتی ہیں ادھر مرغابیاں قدموں سے حرقت کے
 ادھر ہر حلقہ زنجیر در میں شور ہوتا ہے
 بتائے مسجد کوفہ تہہ محراب پچھلے سے
 چھپائے تیغ سم آلود یہ کون آبرج سوتا ہے
 علی ابن ابی طالب کا غم وہ غم ہے عالم میں
 کہ جو سنتا ہے وہ رو رو کے اپنی جان کھوتا ہے
 شب بست ویکم رمضان سنہ چالیس ہجری سے
 فلک بھی روز پردہ میں شفق کے خون روتا ہے
 بلا لولہ آقا فکر کو بھی اپنے روضہ پر
 کہ اب ذکر نجف سے وہ بہت بیات ہوتا ہے

(شبِ شہادت امیر المومنین علیہ السلام)

اے مومنو ہے بیسویں ماہ رمضان کی واحسرت و دردا
 بتلاتی ہے بڑھتی ہوئی حسرت پر مکاں کی واحسرت و دردا
 اب نور نہ دیکھے گا کوئی شیر خدا کا، غل ہوگا بکا کا
 رونق ہے فقط ایک ہی شب بزمِ جہان کی واحسرت و دردا
 جب زخمِ سرشاہ کو جراح نے دیکھا سر پیٹ کے بولا
 امید نہیں صحت سردار جہاں کی واحسرت و دردا
 ہر کوچہ و بازار میں ہے شور قیامت کیسی ہے مصیبت
 بدلی ہوئی حالت ہے ہر اک پیر و جواں کی واحسرت و دردا
 حسین بھی بیتاب ہیں زینب بھی ہیں مضطر ہم روئیں نہ کیوں کر
 رخصت ہے کوئی آن میں شاہ دو جہاں کی واحسرت و دردا
 بن باپ کے بچوں کی بہت غیر ہے حالت تھمتی نہیں رقت
 اب کون خبر لے گا یتیمان جہاں کی واحسرت و دردا
 دیکھا ہے لہو جب سے سرشاہ ہدا کا اندھیر ہے دنیا
 بیتاب ہیں موجیں بھی ہر اک بحر رواں کی واحسرت و دردا
 اس غم سے سر موج صبا جن بھی ہیں گریاں ہے حشر کا سماں
 آواز ہواؤں سے بھی آتی ہے فغاں کی واحسرت و دردا
 اب کریہ دعا حق سے میسر ہو زیارت بر آئے یہ حسرت
 آگے نہیں ائے فتنہ گرس اب تاب بیاں کی واحسرت و دردا

شہادت امیر المومنینؑ
۲۱ رمضان

نوح

وصی مصطفیٰ کا مومنو تابوت جاتا ہے
ہراک پیر و جواں اس غم میں سر پر خاک اڑاتا ہے
یتیمان علی روتے جو ہیں سر پیٹ کے پیہم
تو ہر آنسو کا قطرہ عرش کو جنبش میں لاتا ہے
چلے میں لے کے تابوت پدر شبیر اور شبیر
جناب زینب و کلثوم کو عرش پر غش آتا ہے
ہے اک شور قیامت کو چہ و بازار میں برپا
بخف کی سمت کوفہ سے جنازہ شہ کا جاتا ہے
ادھر حسین تابوت پدر پر صرف گر یہ ہیں
تلاطم ہے ادھر دجلہ کا پانی جوش کھاتا ہے
ہواؤں پر اثر ہے یہ غم خضر سلیمان کا
کہ ہراک جھونکا بگولہ بن کے خاک دشت اڑاتا ہے
میں خانہ معبود اٹھا آج دنیا سے
یسنائا ہیں کوفہ کی مسجد کا بتاتا ہے
ہے اک سکتہ کا عالم آج تک ایک ایک ذرے پر
در و دیوار کوفہ سے غم شہ اڑاتا ہے
بخف جانے کی ہے اے فکر حسرت تو بہت لیکن
زیارت ہو میسر دیکھئے وہ دل کب آتا ہے

نوحہ

امام علی رضاؑ

برائے ۲۳ ذیقعدہ

مسموم ہوئے لختِ دل ساقی کو شر و احسرت و دردا
 موسیٰ رضا مومنوں کے آٹھویں رہبر و احسرت و دردا
 ماموں نے پہلے تو مدینہ سے بلایا نانا سے چھڑایا
 پھر زہر دیا اپنا ولیعہد بنا کر و احسرت و دردا
 ٹکھاپے کر ایک روز قریب اپنے بلا کر عرت سے بٹھا کر
 انگور بہا ہمار دیئے زہر ملا کر و احسرت و دردا
 گو علم تھا پر مرضی حق سے رہے مجبور اور کھالیے انگور
 کھاتے ہی جسے شاہ کی حالت ہوئی ابترا و احسرت و دردا
 پھیلانتر اڑنے لگا رنگِ رخ پر نور اور رکھ دیئے انگور
 پھر آبِ انار آہ دیا زہر ملا کر و احسرت و دردا
 اٹھ کر چلے فوراً ہی تو ماموں نے پوچھا ہے قصد کہاں کا
 فرمایا ویاں جاتا ہوں بھیجا ہے جہاں پر و احسرت و دردا
 یہ کہتے ہی واپس ہوئے بیت الشرف آقا فسوس کی ہے جا
 دنیا سے اسی شب کو سدھارے سوئے کو شر و احسرت و دردا
 تئیسویں ذیقعدہ جمعرات کے دن آہِ محشر ہوا بر پا
 سنہ دوسرے ہجری میں ماتم ہوا گھر گھر و احسرت و دردا
 گوڈیڑھ برسِ بصرہ میں اے فکر رہے ہم، لیکن یہ رہا غم
 مشہد کی زیارت نہ ہوئی پھر بھی میسر و احسرت و دردا

برائے امام محمد تقی علیہ السلام

۲۹ ذیقعدہ

جوانی روئے گی جن پر سدا وہ کشتہ غم
نویں امام محمد تقی شہ عالم
جد اپد رسے ہوئے پانچ سال کے سن میں
گئے امام رضاؑ کے غریب سوئے عجم
رہے مدینہ میں چھ سال باپ سے چھٹ کر
کہ معصم نے بلایا عراق میں بہ ستم
رکھا بہ عزت و توقیر پہلے پاس اپنے
دلایا کھانے میں پھر شاہ دیں کو زہر ستم
ہے دوسری یہ روایت تھا زہر شربت میں
کہ جس سے راہی جنت ہوئے امام نہم
تھی زہر آپ کی ماموں رشید کی دختر
اس ام فضل کے ہاتھوں ہوا یہ ظلم و ستم
غرض کہ قاتل حضرت ہے معصم باللہ
دیا ہو کھانے میں یا شربت انار میں سم
سنبہ اور تھی انتیس ماہ ذی قعدہ
سدھارے دو صد و بستم میں شاہ کو ارم
ہوئی ہے زندگی دشوار ہند میں اب تو
بلا نو فکر کو زہر و فتنہ پہ یا شہ عالم

نوح

حضرت امام محمد باقر
ؑ، رذی الحجہ

شہادت پاکے زہر دغا سے پانچویں رہبر
امام انس و جن حضرت محمد باقر اطہر
ہشام ابن ملک جب آپ سے کچھ بحث کرتا تھا
شکست اس کو برابر دیتا تھا وہ ابن بیغبر
کہ ورت کے سبب بہر طلب اک روز ظالم نے
کیا گھوڑا روانہ زمین سم آلود کسوا کر
سنا جس دم سواری آئی ہے دربار شاہی سے
حرم سے مل کے نکلے اور بیٹھے پشت مرکب پر
اثر پھیلا جسد میں زہر کا مرکب پہ جب بیٹھے
ہوا مائل بہ سبزی چند ساعت میں تن الود
دوشنبہ سات ذی الحجہ سنہ اک سو سولہ ہجری تھے
اٹھا دنیا سے جب نور نگاہ عابد مضطر

سہ شنبہ پندرہ ماہ رجب تھی سال ستاون
ہوا تھا نکر جب پیدا وہ ابن ساقی کوثر

ازرہ مکر آئے بیعت کو ہزاروں مشرکیں
نامہ اک بہر طلب بھیجا سوئے سلطان دیں
اور برائے قتل مسلم آئیں فوج لعین
اب کہیں ڈھونڈے سے بھی جائے اماں مٹی نہیں
تب کہا پانی پلا دے بہر ختم المرسلین
آپ سے نام و نشان پوچھا با و از حرمیں
سننے ہی نام اپنے گھر میں لے گئی وہ پاک دیں
حاکم کوفہ سے کہہ کر بھیج دی فوج لعین
اور پیچی تیغ بہر قتل فوج مشرکیں
کر کے خنس پوش اک گرٹھے کو ہٹ گئے پیچھے لعین
حملہ دریزوں سے بکیں پر ہوئے اعدائے دیں
کھینچتے پھرتے تھے بازاروں میں کوفہ کے لعین

داخل کوفہ ہوا جب نائب سلطان دیں
لے لی بیعت کو فیوں سے حضرت مسلم نے جب
بعد اس کے ہو گئے سب اہل کوفہ منحرف
عالم تنہائی شدت پیاس کی جائیں کہاں
اتفاق راہ میں جب خانہ طوع ملا
جام پانی کا پلا کے مومنہ نے با ادب
بعد اصرار اس سے حالت بکسی کی جب کہی
رات بھر مہاں رہے لڑکے نے اسکے صبح کو
گھر سے نکلے سنتے ہی گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا
ہو گئے جب آپ سے مغلوب وہ مکار سب
لڑتے لڑتے حضرت مسلم گرے اس غار میں
بعد قتل اک رسیاں سے پائے میت باندھ کر

کر دعا فرمے کہ خالق سے کہ مر جانے کے بعد
قبر کو مل جائے نزد روضہ مسلم نہ میں

نوح

عترتِ آلِ نبی یاں بے ردا محفل میں ہے
 مضطربِ دالِ روحِ زہرا قبر کی منزل میں ہے
 جس کو کاندھے پر چڑھاتے تھے پیمبر اے یزید
 سر اسی کا تخت کے نیچے تیری محفل میں ہے
 ہیں ہزاروں زخم خود مر جائے گا ابنِ رسول
 ذبح کا اے شمر اب کیوں قصد تیرے دلیں ہے
 ہے یزیدِ روسید تو تخت پر با عز و شاں
 اور امامِ وقت مجرم کی طرح محفل میں ہے
 موجیں ماتم کر رہی ہیں سر پٹکتے ہیں جناب
 خون جو عباس جری کا دامنِ ساحل میں ہے
 شام کا زنداں نہ روشن کر سکی جو چاندنی
 داغ اس سے آج تک قلبِ مہِ کامل میں ہے
 کشتیِ عمر حسین ابنِ علی ہوتی ہے غرق
 اک تلاطم آج آبِ خجرتِ اقل میں ہے
 اک جفا سے کیوں نہ ہوں دو خون کے دریا رواں
 حلقِ اصغر میں جو ناک ہے وہ شہ کے دل میں ہے
 اپنے روضہ پر حسین اے فکر خود بلوائیں گے
 کہ بلا جانے کی حسرت گر تمھارے دل میں ہے

نوح

پیاس اطفال شہ دیس کی بجھانے کے لیے
 جاتے ہیں عباس غازی پانی لانے کے لیے
 بوئے شہ دل تھام کر مقتل کو جب اکبر چلے
 دوں رضا کس طرح برچھی دل پہ کھانے کے لیے
 لاش اکبر آئی خیمہ میں تو مادر نے کہا
 کیا گئے تھے گھر سے مقتل خلد جانے کے لیے
 نیند اجل کی آگئی تم کو میرے کڑیل جواں
 اور ہم مشتاق تھے دو لہا بنانے کے لیے
 کیسی بغفلت ہے بس اب سوچکے بیٹا اکھو
 ماں سر بانے آئی ہے تم کو جگانے کے لیے
 میتِ اصغر یہ مادر نے کہا سر پیٹ کر
 رن میں کیا بیٹا گئے تھے تیر کھانے کے لیے
 گھٹیوں چلنے نہ پائے تھے کہ موت آئی تمہیں
 ماں اکیلی رہ گئی صدمے اٹھانے کے لیے
 یاں گری بالی سکینہ رن میں لاشِ شاہ پر
 واں چلا شمر لعین دڑے چلانے کے لیے
 یا حسین اب شکر کو کرب و بلا بلوائے
 دل بہت بیتاب ہے روضہ پہ جانے کے لیے

نوح

اُدھر تو فتح کی فوجِ عدو میں شادمانی ہے
 اُدھر انصارِ شہ پر تین دن سے بند پانی ہے
 اُدھر تو آتشِ غیظ و غضب سے سرخ ہیں ناری
 اُدھر رنگِ رخِ شہِ مثلِ خورشیدِ ارغوانی ہے
 علی اکبر کی صورت دیکھ کر ہر ایک کہتا ہے
 پسرِ در کا یہ احمد کی تصویرِ جوانی ہے
 کمر بھی خم ہے، دل بھی ہے شکستہ شہ کا صد موں سے
 اور اس پر قہرِ بیٹے کی میت بھی اٹھانی ہے
 گلے میں طوق، بیٹری پاؤں میں ہاتھوں میں تھکڑیاں
 گرے پڑتے ہیں عابدِ راہ میں یہ ناتوانی ہے
 چلامر نے جواں بیٹا تو سرور نے کہا رو کر
 الہی خیر کرنا یہ پیمبر کی نشانی ہے
 اُدھر تو فوج کو فہ نہر سے سیراب ہوتی ہے
 اُدھر سبطِ نبی پر تین دن سے بند پانی ہے
 تڑپتی ہیں مثالِ برقِ پیاسوں کے لیے مچھیں
 تلاطم میں اسی سے القمہ کا آج پانی ہے
 تمنا کر بلا جانے کی رہتی ہے سدا دل کو
 اگر ہے تو یہی اک فکر کو رنج نہانی ہے

نوح

پامال کر کے لاشہ اطہر حسین کا
 نیزہ پہ اشقیانے رکھا سر حسین کا
 لٹکا یا گہہ درخت میں گہہ باب شام میں
 رکھا گیا تنور میں گہہ سر حسین کا
 جب حرملانے تیر لگا یا ہے حلق پر
 منہ تک رہا تھا یا اس سے اصغر حسین کا
 بے چین تھا جو رات سے پانی کے واسطے
 غلطاں ہے اب لہو میں وہ گوہر حسین کا
 زینب پکاریں دیکھتا ہے ابن سعد تو
 اور کاٹتا ہے شمر لعین سر حسین کا
 بے آب ہوتا خنجر قاتل نہ کس طرح
 سوکھا گلا تھا بیکس و مضطر حسین کا
 تیغیں اسی کی شرم سے اب تک ہیں آب
 سوکھا گلا جو تھا تہہ خنجر حسین کا
 ہر اک نے لاش اپنے عزیزوں کی مانگ لی
 پامال ہو گیا تن بے سر حسین کا
 یارب برائے پنجتن پاک و شکر کو
 دکھلا دے جلد روضہ انور حسین کا

نوح

جب وطن سے کر بلا میں شاہ والا آگئے تشنہ لب بجے بھی کوثر کا کنارہ پاگئے
جسم نورانی تپش سے دھوپ کی سانولا گئے باغ زہرا کے شجر سب دھوپ میں کھلا گئے

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

نیزہ قاتلِ دلِ صد پاش اکبر دیکھئے لاشِ قاسم اور سمِ اسپاں مقدر دیکھئے
دشت میں بے جاں پڑے ہیں عون و جعفر دیکھئے تیرہ شعبہ برائے خلقِ اصغر دیکھئے

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

دخترِ مہر نے قیدِ شام میں رحلت جو کی روئے یوں اہلِ حرم دیوارِ زنداں بل گئی
حضرت عابدِ چلے تابوت اٹھا کر جس گھڑی بیکسی میت کے آگے کہتی جاتی تھی یہی

پھول تو دو دن بہارِ جاں فزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

کربلا میں جس گھڑی صفرا کا آیا نامہ ہر نامہ ان شاہ دیں بے جاں پڑے تھے خاک پر
دیکھ کر یہ واقعہ پٹا جو وہ خستہ جگر جا کے صفرا سے مدینہ میں کہا سر پیٹ کر

پھول تو دودن بہار جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

قید زنداں سے ہوئے آزاد جب زین العبا اور چھٹی بندر سن سے دختر مشکل کشا
کربلا میں دفن جا کر سب شہیدوں کو کیا دشت غربت سے برابر آ رہی تھی یہ صدا

پھول تو دودن بہار جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

دفن لاشے کر چکے جس وقت زین العابدین سا کھڑا نڈوں کو لیے پہونچے مدینہ کے قریں
مطلع کر لے گیا جس دم بشیر دل حمزہ میں کہتے تھے آواز سن کر یوں مدینہ کے مکین

پھول تو دودن بہار جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

کیا لکھوں اے مکر دشت کربلا کے واقعات ختم ہو سکتا نہیں غم کا فسانہ تا حیات
بھوکے پیاسے اٹھ گئے جس روز سے وہ خوش نصفا آج تک آواز دیتے ہیں لب شط فرات

پھول تو دودن بہار جاں فزا دکھلا گئے

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مر جھا گئے

نوح

خون سے ترکب ایک تنہا شہ کی پیشانی ہوئی
پنجتن کی آج گویا رن میں متربانی ہوئی

دوپہر میں سب عزیز و اقربا مارے گئے
یوں حسین ابن علی کی خانہ ویرانی ہوئی

جب گیا دنیا سے سوئے خلد جہان حسین
خوب حوران جنناں میں حر کی مہمانی ہوئی

ہو چکا تاراج جب دنیا میں بارغ مصطفیٰ
تب یزید روسیہ کو بھی پشیمانی ہوئی

ظلم سے شمر بدایاں کے رہ کو فہ میں آہ
عابد مضطر کی زخمی پشت نورانی ہوئی

روز پر دے میں شفق کے چرخ روتا ہے لہو
کربلا میں جب سے ششما ہے کی قربانی ہوئی

اکبر و عباس دقاسم بھی ہوئے رن میں شہید
اور زنجیں خون سے شہ کی بھی پیشانی ہوئی

اشقیاء کے اسپ تک پیتے رہے دریا سے آب
اور برائے شاہ بحر و برنگہبانی ہوئی

جس کے دروازہ پہ رہتا تھا ملائک کا، ہجوم
ہائے کیا بعد نبی اس گھر کی دیرانی ہوئی

پہنچتن کا خاتمہ شمر لعیں نے کر دیا
عصر کو سجدہ میں خم جب شہ کی پیشانی ہوئی

جب کنارے نہر کے شانے کٹے عباس کے
ہاتھ موجوں نے ملے، دریا میں طغیانی ہوئی

آفتاب آیا گہن میں ہو گئی دنیا سیاہ
گل حیات شاہ کی جب شمع نورانی ہوئی

مضطرب اے فک کہ کیوں ہو جاؤ گے کرب و بلا
ہے اگر قسمت میں اور تائیدِ ربانی ہوئی

نور

طشت پرخوں میں نظر جب شاہ کا سر آگیا
 سب پکارے لوشفق میں مہر انور آگیا
 شمر سے پانی طلب کرتے ہی کرتے وقت عصر
 بڑھ کے پیاسے کے گلے تک آبِ خنجر آگیا
 بحرِ خوں میں غرق ہو کے لائے عاشورہ کے دن
 تشنہ کاموں کا سفینہ نرزد کوثر آگیا
 لے چلے سرِ ننگے جب اہلِ حرم کو اشقیا
 ننگے چادرِ خود غبارِ دشت سر پر آگیا
 ضعف بولا عابد بیمار کو غش سے آنکھ
 بیڑیاں لے کر قرین جس دم ستمگر آگیا
 شہ نے دیکھا یاس کی نظروں سے سوئے آسمان
 حلق کے نزدیک جب قاتل کا خنجر آگیا
 دیکھنے والے یہ سمجھے ہے شفق میں آفتاب
 خونِ فرقِ شاہ جب چہرہ پہ بہہ کر آگیا
 دردِ بیلے کے طہج میں اٹھا ایک دفعۃً
 جب کبھی لب پر کسی کے نام اکبر آگیا
 زندگی جو فکر کی شوقِ زیارت میں کٹی
 جاں کنی کے وقت خود مولا نے قبر آگیا

نوح

عروش کی تنویر اے مظلوم امام	صبر کی تصویر اے مظلوم امام
صاحب توقیر اے مظلوم امام	ناخداے کشتی دین رسول
کشتہ شمشیر اے مظلوم امام	تشنہ لب بے یاورد بے آشنا
اے مرے شہیر اے مظلوم امام	اے مرے آقا میرے بکیں حسین
ڈال دی زنجیر اے مظلوم امام	آپ کے بعد آپ کے فرزند کے
چادرِ تطہیر اے مظلوم امام	اور سروں سے بکیوں کے چھین لی
کرتے ہیں شہیر اے مظلوم امام	کوفہ کے بازار میں اعدائے دیں
آپ کی ہمشیر اے مظلوم امام	پے رسن میں ظلم کے جگر ٹی ہوئی

روضہ پر اب ہند سے بلوائے
فنگر ہے دلگیر اے مظلوم امام

نوح

شہیدِ زہر سے ہونا تھا حسن کے لیے
بنا تھا شمر کا خنجر شہِ زمن کے لیے

بے طوق آہنی سجا و خستہ تن کے لیے
اور اہل بیت کے بازو فلکِ سن کے لیے

لباسِ خلد جسے عید میں دیا حق نے
ہزار حیف وہ محتاج ہے کفن کے لیے

جوان ہونے نہ پائے کہ دن میں قتل ہوئے
تھی کمسنی کی شہادت بن حسن کے لیے

تھے کربلا میں صد افسوس روزِ عاشورہ
زمانے بھر کے مصائبِ شہِ زمن کے لیے

یزید کے لیے تو تخت و تاج کیوں اے چرخ
سر حسین ہے دربار میں لگن کے لیے

جہاں میں شیعوں کا جب تک گروہ باقی ہے
علم رہے گا علمدارِ صف شکن کے لیے

رسولِ پاک جسے چومتے تھے رہ رہ کر
چھڑی یزید کی ہے اس لب و دہن کے لیے

فراق پنجتنِ پاک میں سدا روئیں
ہوئی تھی خلقت غم شاہ کی بہن کے لیے

جنھوں نے خلق میں پردے کی رسم جاری کی
وہ اہل بیت ہیں ظالم کی انجمن کے لیے

ہے فکر ہند میں بیتاب یا امام رضا
بلا لور و ضلّہ اقدس پہ پنجتن کے لیے

قصیدہ در مرحامہ محمد باقرؑ

کروں میں اس امام پاک کی حمد و ثنا کیوں کر
 شرف ہے خاندانی جس کا ہر معصوم سے بہتر
 لقب پایا تھا زین العابدین کا باپ نے جس کے
 حق جس کی ماں بھی بنتِ مرتضیٰ فرزندِ پیغمبرؐ
 اگر نانا کو بٹھلاتے تھے کا ندھے پر رسول اللہ
 تو دادا کے لیے ناتہ بنے مسجد میں پیغمبرؐ
 علی کے بعد پھر نانا امامت پر ہوئے فائز
 توجہ کی نسل میں ہیں نو امام طاہر و اطہر
 امام ابن امام، ابن امام، ابن امام اس کی
 کرے کیونکر بیاں توصیف مجھ سا خاوی و حقیر
 علی مرتضیٰ شیر خدا پر دادا پر نانا
 امام اولیں، زوج بتول و نفس پیغمبرؐ
 ہیں دادی بنتِ کسریٰ شاہزادی ملکِ فارس کی
 تو پر دادی جناب احمد مرسل کی ہیں دختر
 رسول اللہ جن کے واسطے اٹھتے تھے تعظیماً
 رہے گا آخری فرزند قائم جن کا نام محمد
 فضائل شاہزادی کے بیاں کیوں کر کرے کوئی
 خدیجہ محسن دیں سابق الاسلام کی دختر

وہ خاتونِ معظم ناز تھا جن پر طہارت کو
 گواہی آیہ تطہیر نے دی عرش سے اُکر
 یہی وہ ذات ہے جس پر بزرگی ناز کرتی ہے
 نساء العالمیں کی سیدہ اور شافعِ محشر
 نبی سب کے لیے تھے ہادی برحق زمانے میں
 نساء العالمیں کے واسطے تھیں فاطمہ رہبر
 زنانِ دہر میں تبلیغ کیوں کر سے نبی کرتے
 رہیں مصروفِ درس اپنے عمل سے فاطمہ اکثر
 کوئی عورت نبوت پر نہیں فائز ہوئی ورنہ
 میں کہہ دیتا ہوں زہرا، آیہ تطہیر پڑھ کر
 ہوئے تھے کر بلا میں قید ہمراہ پدر یہ بھی
 رسن بستہ گئے اہلِ حرم کے ساتھ یہ دردِ
 یہی وہ ہیں جنہیں پہچان کر جابر نے بچپن میں
 پیامِ مذہدِ امامت کا پس پیغامِ پیغمبر
 تھا دعوائے امامت زید کو آئے مقابل میں
 کی تصدیق ان کی کار وئے شجر نے بول اٹھا پتھر
 گلے میں کینسر، پانی بھی مشکل سے اترتا تھا
 کرد آسان مشکل منکر کی یا باقرا طہر

قصیدہ نمبر شعبان

فلک کو بھی ہے اک چکر سا اسکے سر کی گردش سے
خموشی سے مریض غم کی آئینہ بھی ششدر ہے
تغیر سے نہیں خانی زمانے کی کوئی شے بھی
وہ گل صرف خزاں ہو جائے گا جو تازہ و تر ہے
ہویدا ہے ہر اک شے سے سماں گورِ غریباں کا
زمین سے آسمان تک ایک سناٹا سراسر ہے
فلک پر کہکشاں یا قبر پر چادر ہے پھولوں کی
لحد پر سمع ہے، یا آسمان پر ماہ النور ہے
اداسی آسماں سے تازہ میں کچھ چھائی ہے ایسی
کہ جاتی ہے نظر جس سمت اودھراک ہو کا منظر ہے
چراغِ زندگی گل ہو رہا ہے، صبح ہوتی ہے
ارے او پردہ پوش اب تو خبر لے جاں لبوں پر ہے
خبر بھی ہے تجھے کیونکر گذاری رات آنکھوں میں
نقابِ رخِ اٹ دے صبح کا تارِ فلک پر ہے
نہیں ہے روشنی کم کم یہ سیلِ اشک ہے جاری
مریض غم پر گریاں صبح کا تابندہ اختر ہے

مسیحا اب خبر لے، حالتِ بیمار اتر ہے
پھر ہیں پتلیاں ساقط ہیں نبضیں دم لبوں پر ہے
نفس کی آمد و شد بند ہوتی ہے کوئی دم میں
عرق آلود پیشانی ہے ٹھنڈا جسم لاغر ہے
ہے عالم نزع کا ٹھہر ہیں نظریں رخ پر ہے زردی
ہجومِ بکیسی و یاس و حسرت گردِ بستر ہے
سر ہانے سے اٹھ جاتے ہیں اجاب و اعزا بھی
بجھی جاتی ہے سمعِ زلیست بے احساس پیکر ہے
فنا کے بحر میں عمر دور و زہ ختم ہوتی ہے
یہ وہ کشتی ہے جس میں بادِ باں ہے اور نہ لنگر ہے
بہا کر اشکِ حسرتِ سمعِ بالیں تو ہوئی رخصت
کشاکش میں تر بیمار اب بالائے بستر ہے
وہ حالت ہو گئی ہے اب کہ شبنم بھی ہے اشکِ افشاں
کھلی ہے آنکھ، حسرت میں ہر اک خیمِ منور ہے
بھڑکتے ہیں جگر کے داغِ عکسِ ماہِ کامل سے
ہے چنگاری دل سوزاں کو جو تابندہ اختر ہے

وہ ٹوٹا نفل خاموشی میں شامِ فرقت کا
 صدائے عجل اللہ ظہورہ اس کے لب پر ہے
 پڑھو اے فکر تم بھی جوش میں اک مطلع تازہ
 کہ صبحِ نیمہ شعباں ہے اور پر لطف منظر ہے
 ولادت سے تری اے شاہ کل عالم منور ہے
 ترا نور امانت رشک نور ماہ و اختر ہے
 تو ہی ہے ناخداے بحر و براے ہادیِ دوراں
 تو ہی تو اب جہاز امت عاصی کا لنگر ہے
 تو ہی ہے عیسیٰ دوراں تو ہی ہے کعبہ دوراں
 تو ہی مقصودِ عالم ہے، تو ہی محبوبِ داور ہے
 تو ہی ہے طورِ عرشِ حق تو ہی زینتِ دہِ کرسی
 تجھ ہی سے ضوِ فلک ہر مسجد و محراب و منبر ہے
 محمد کا تو ہی پیغام بھی ہے اور مشابہ بھی
 نبوت ختم تھی ان پر امانت ختم تجھ پر ہے
 اشارہ سے نبی نے شق کیا تھا اگر مہر کا مل
 تو تیرے حکم کا بھی منتظر خورشیدِ خاوار ہے

ہیں آثارِ سحر اب مطلع پر نور اک پڑھ دو
 کہ تارے ڈوبتے ہیں آمدِ خورشیدِ خاوار ہے
 و فور شوقِ مے سے خون گویا آتشِ تر ہے
 دل میکش بھی اک یا قوتِ ربانی کا ساغر ہے
 ہٹا مے خانہٗ عالم سے پردہ رات کا ساقی
 نہاں نظروں سے کیوں اب بادِ گلگوں کا ساغر ہے
 کھڑے ہیں ہف بصف سب میکشان بادِ الفت
 ہراک کے ہاتھ میں یا قوتِ رمانی کا ساغر ہے
 ازل سے شیفۂ ہوں میکدہ کا تیرے اے ساقی
 بلا دے مے کہ جو غیرت وہ نسیم کو کثر ہے
 گلستاں میں چلی بادِ سحر سبزہ نے کمر ڈلی
 نہالانِ چمن جنباب ہیں، خندہ ہر گل تر ہے
 مریضِ نیم جاں کو جس نے آکر دی توانائی
 نہ جانے روح سیلابی ہے یا وہ بادِ صحر ہے
 نہ کیوں ہونیمہ شعبان کو دل بشاش ہراک کا
 یہی روزِ ظہورِ قائم آلِ پیمبر ہے

ظہورِ نور حیدر گو کہ کعبہ سے ہوا لیکن
 نکلنا تیرا پردے سے طلوعِ مہر محشر ہے

قصیدہ دیگر نیمہ شعبان

ہوا بیدار سبزہ کروٹیں لے کر بیاہاں میں
ستارہ صبح کا چمکا بڑھی ضو مہر تاباں میں
نسیم صبح کے جھونکوں نے جنبش دی رگ جہاں میں
بڑھی طاقت سحر کے ہوتے ہی بیمار ہجراں میں
برودت پہنچی کافور سحر سے قلب سوزاں میں
رکیں موجیں، کمی ہونے لگی دریا کے طوفاں میں
کچھ ایسی پھونک دی اک روح تازہ جسم بجاں میں
عنادل کی وہ نغمہ سنجیاں صحن گلستاں میں
وہ تنخاؤں میں نا تو سی صدائیں یاد جاناں سے
وہ بل کچھ اور بھی غصہ میں پڑنا زلف سپاں میں
شکں رہ رہ کے پڑنا وہ جبین روئے تاباں میں

نسیم صبح مائی کھلے غمچے گلستاں میں
تماشا دیکھنے کو چرخ نے اٹھی نقاب شب
مریضان شب فرقت نے بلیں کر دیں پیہم
گزاری تھی عجیب عالم سے مر مر شب فرقت
ہوئیں خاموش شمعیں رک گئے بہتے ہوئے آنسو
دل بیمار ٹھہرا اور رکے جھونکے ہواؤں کے
نسیم صبح کا ہی نے خرام ناز سے چل کر
درختوں پر سنہرا رنگ سورج کی شعاعوں سے
وہ کبروں کے نعرے گونج اٹھیں مسجدیں جس سے
حسیناں جہاں کا کروٹیں لینا سر بستر
حسینوں کی نگاہوں سے الجھنا وہ شعاعوں کا

ستاروں کا چھپانا منہ ادھر گردوں کے دامن سے
 عنادل کا چمکنا اور وہ ہنسنا کھلتی کلیوں کا
 چمک غنچوں کی سنکر میں نے توبہ توڑنا سیکھا
 تجھے اس صبح کا صدقہ پلا دے آج تو اتنی
 مرے ساتھی میں پیاسا رہ گیا اگر آج محفل میں
 نظر کے سامنے جو آتش تر اور ساغر ہے
 پھنک جاتا ہوں ساتھی جلد دے کچھ جام بھر بھر کے
 بتائے نیمہ شعبان ہے آمد کس کی شعبان میں
 ملائک کارواں درکارواں نازل ہوئے ہیں کیوں
 زمین و آسمان و لوح و عرش و کرسی و جنت
 جناب زبرجس خاتون کو حلقے میں لیے حوریں
 ہوا برج حمل سے جب کہ طالع نیر تاباں

ادھر سر ڈالنا شبنم کا وہ خود اپنے گریباں میں
 چمک شبنم کے قطروں کی وہ سبزہ ہر گلستاں میں
 ادھر آ، ساتھی پیمائش کن اب بزم رنداں میں
 کرے ہی نے نظر آنے لگے ہر سو بیا باں میں
 لگے گا بنما دھبہ یہ اک کوثر کے دامان میں
 لگی ہے اور بھی کچھ آگ اس سے قلب گرماں میں
 کہ پڑھ دے فکر مطلع دوسرا بزم سخنداں میں
 مکمل ہو گیا ہے نور جس سے ماہ تاباں میں
 مبارکباد کا غل ہو رہا ہے حور و غلماں میں
 جسے دیکھو وہی ہے تہنیت خوانی کے سامان میں
 کھڑی ہیں انتظار آمد مہدی دوراں میں
 مکمل ہو گیا نور امامت قلب ایساں میں

مبارک ہو ولادت اے امام عسکری اس کی
 رکھلا ہے بارھواں یہ پھول امامت کے گلستاں میں